ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

صنفی امتیاز تمہید و مباحث

*رابعہ مشتاق
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
**ڈاکٹر رابعہ سرفراز
استاد شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

ABSTRACT:
Gender discrimination is one of the many popular and common topics in contemporary society. It refers to bias or discrimination based on a person's gender or sex. It entails considering one gender inherently superior to others. This discrimination also contributes to sexual harassment and violence. Women and non-binary individuals often face more gender-based discrimination in society.

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کی تخلیق سے نہ صرف اپنی موجودگی کا احساس پیدا کیا بلکہ بنی نوع انسان کو اپنا نائب تصور کر کے اس کا تشخص بھی واضح کیا ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو انسان آغاز سے ہی اپنے مفاد کی جنگ لڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس مفاد کی آڑ میں انسان نے نہ صرف اللہ کی دیگر تخلیقات کا استحصال کیا بلکہ مذکورہ مفاد پرستی کی وجہ سے اس کے ارد گرد بسنے والے انسان بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ چند سطحی وجوہات کی بنا پر امتیازی سلوک جہاں معاشرے میں عدم مساوات کو ظاہر کرتا ہے وہاں لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کے لیے منافرت کو بھی جنم دیتا ہے۔ مذکورہ منافرت نے جہاں معاشرے کے گرد مصنوعی دیواریں قائم کی ہیں وہاں صنفی امتیاز کو بھی فروغ دیا ہے۔ انسان نے ترقی کے مدارج طے کرنے کے ساتھ ساتھ صنفی امتیاز کو بھی سماج کے لازم و ملزوم بنا دیا ہے۔ آغاز سے اب تک نہ صرف صنفی امتیاز میں بتدریج اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے بلکہ صنفی امتیاز نے معاشرے میں عدم برداشت، عدم استحکام اور عدم مساوات کو بھی ہوا دی ہے۔ عصرِ حاضر میں ادباء اور لکھاریوں نے صنفی امتیاز کو معاشرے اور انسانی بقاء کے لیے خطرہ قرار دیتے ہوئے صنفی امتیاز پر بحث کرنے سے قبل اس کے معانی و مفاہیم کو جاننا از حد ضروری ہے۔

صنفی امتیاز: معنی و مفاہیم

اردو ادب میں صنفی امتیاز ایک مرکب لفظ کے طور پر مستعمل ہے۔ صنفی امتیاز دو لفظوں "صنف" اور "امتیاز" کے مجموعے کے طور پر سامنے آتا ہے۔ صنفی امتیاز کے معنی و مفاہیم کو سمجھنے کے لیے مختلف لغات کی معاونت حاصل کی جا سکتی ہے۔ ذیل میں صنفی امتیاز (صنف + امتیاز) کے مختلف لغات میں موجود معانی ملاحظہ ہوں۔

مولوی فیروزالدین "فیروز اللغات" میں "صنف" کے معنی کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"[ع۔ امث] نوع، جنس، قسم، گونہ"(1)

فیروز اللغات میں لفظ "امتیاز" کے معنی کچھ اس طرح درج ہیں:

"(ام۔ ت۔ یاز) [ع۔ ا۔ مذ] (1) فرق، تمیز، ترجیح، (2) تفریق، (3) سمجھ، شعور"(2)

صنفی امتیاز جو کہ "صنف" اور "امتیاز" دو لفظوں کے مجموعے کے طور پر مشتمل ہے۔ مختلف لغات میں اس کے مختلف معنی درج ہیں۔ فرہنگ و لغت کی دنیا میں شان الحق حقی نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ "فرہنگِ تلفظ" میں "صنف" اور "امتیاز" کے معانی درج کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"کسی صف، سک ن۔ امث۔ جنس، قسم، نوع"(3)

مذکورہ لغت میں شان الحق حقی نے "امتیاز" کے معنی کچھ اس طرح درج کیے ہیں:

"کس ا، سک م، کس ت۔ امذ۔ فرق کرنا، جدا جدا رکھنا یا خیال کرنا، فرق تمیز، شناخت، ممتاز ہونا، برتری، فوقیت، بڑائی"(4)

اردو کی معروف لغت "فرہنگِ آصفیہ" کو لغت نویسوں نے لغت نویسی کے میدان میں سنگِ میل قرار دیا ہے۔ "فرہنگِ آصفیہ" صرف لغت ہی نہیں بلکہ اسے اردو ادب کی تہذیب کا باقاعدہ انسائیکلوپیڈیا بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا کہ مذکورہ لغت کے بعد آنے والی لغات "فرہنگِ آصفیہ" کی ہی توسیع

ہیں۔"صنفی امتیاز" کو لغوی معنی جاننے کے لیے مذکورہ لغت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ زیرِ بحث لغت میں موجودہ "صنف" کے معنی ملاحظہ کیجیے:

"(ع) اسم مونث: نوع، جنس، قسم، گونہ، نوعِ مقید بصفات۔ بعض لوگوں نے صنف کی یہ تعریف لکھی ہے کہ انواع موجودات میں سے ہر نوع کی قسم کا نام صنف ہے۔ مثلاً حیوان جنس ہے اور اس کے انواع اونٹ، گھوڑا، بیل، انسان وغیرہ ہیں جس طرح اقسام جنس کو انواع کہتے ہیں، اقسام کو صنف کہیں گے اور اصنافِ نوعِ انسان چینی، رومی، ہندی، حبشی وغیرہ۔"(5)

"فرہنگ آصفیہ" کی جلد اول میں امتیاز کی معنی کچھ اس طرح رقم کیے گئے ہیں:

"ع۔ اسم مذکر۔ (1) تمیز، فرق، شناخت، پہچان، (2) سمجھ، شعور، بچار، گیان (3) ترجیح، فوق، تفوّق۔"(6)

اردو لغات میں "نوراللغات" کو خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ مذکورہ لغت لغات کی فہرست میں گلِ سرسید کی مانند ہے۔ نورالحسن نیر نے مذکورہ لغت کو نہ صرف اردو لغات کے تقاضوں کے مطابق ترتیب بلکہ اردو الفاظ کے تاریخی، تہذیبی اور سماجی لحاظ سے معانی بھی بیان کیے۔ لغت کو عمیقانہ نظ سے دیکھا جائے تو اردو لغت نویسی کی دنیا میں یہ منفرد صورت میں سامنے آئی ہے۔ مذکورہ لغت میں "صنفی امتیاز" کو نہایت مختصر اور جامع انداز میں احاطۂ تحریر میں لایا گیا ہے۔ درج بالا لغت میں "صنف" کے معنی دیکھیے:

"(ع) مونث، نوع، جنس، قسم"(7)

مولوی نورالحسن نیر درج بالا لغت میں "امتیاز" کے معنی کچھ اس طرح صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتے ہیں:

"(ع۔ بالکسر و کسیر سوم، جدا ہونا) مذکر، فرق، شناخت، تمیز، پہچان، (فقرہ)، دونوں خط کس قدر مشابہ ہیں کہ ذرا امتیاز نہیں ہو سکتا۔"(8)

وارث سرہندی کی ترتیب شدہ لغت "علمی اردو لغت" ہے جو کہ مفصل اور لغت نویسی کی دنیا میں ایک معتبر حوالے کے طور پر جانے جاتی ہے۔ وارث سرہندی نے مذکورہ لغت کو ترتیب دیئے ہوئے نہایت ہنرمندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لغت میں الفاظ کے معنی کو مختصر جامع انداز میں احاطۂ تحریر میں لانے کی سعی کی گئی ہے۔ "صنفی امتیاز" کے معانی و مفاہیم تک رسائی کو یقینی بنانے کے لیے اس لغت سے معاونت حاصل کی جاسکتی ہے۔ وارث سرہندی کے مطابق "صنف" کے معنی درج ذیل ہیں:

"(ع۔ مث)، نوع، جنس، قسم، گونہ"(9)

مذکورہ بالا لغت میں وارث سرہندی نے "امتیاز" کے معنی کچھ اس احاطۂ تحریر میں لانے کی کامیاب سعی کی ہے:

"[ع۔ امذ] فرق، تمیز، پہچان، شناخت، سمجھ، شعور، ترجیح، رتبہ"(10)

صنفی امتیاز کے معنی و مفاہیم کی روشنی میں مختلف لغات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ صنفی امتیاز کو جاننے اور سمجھنے کے لیے "صنف" اور "امتیاز" کے لغوی معانی مذکورہ بالا گفتگو میں مفصل انداز میں تحریر کیے گئے ہیں۔ درج بالا گفتگو کی وساطت سے یہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ صنفی امتیاز سے مراد ایک جنس یا ایک صنف کا دیگر اصناف کے ساتھ برتا گیا امتیازی سلوک ہے۔ عام طور پر صنفی امتیاز کے متعلق یہی خیال کیا جاتا تھا کہ اس سے مراد مرد کے ہاتھوں عورت کا استحصال ہے۔ یہ رائے جزوی طور پر تو درست ہو سکتی ہے لیکن کلی طور پر اسے درست خیال کرنا مناسب نہیں۔ درج بالا لغات میں موجود "صنف" اور "امتیاز" کے معنی کی روشنی میں یہ کہا جائے تو زیادہ موزوں ہو گا کہ صنفی امتیاز سے مراد کسی بھی انسان کے ساتھ جنس یا صنف کی بنا پر امتیاز برتنا ہے۔ اگر بنظرِ عائر دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ صنفی امتیاز کو فروغ دینے والے پیدائشی طور پر ہی اپنی صنف کو دیگر اصناف سے برتر خیال کرتے ہیں۔ صنفی امتیاز نے جہاں بنی نوع انسان کے اندر حقارت اور منافرت کو جنم دیا وہاں انسانوں کے درمیان کبھی نہ پُر ہونے والا خلا بھی پیدا ہوا۔ المختصر صنفی امتیاز جنسی تشدد اور عدم مساوات کا موجب بھی بنتا ہے۔ شاہانہ جاوید "صنفی امتیاز" کی تعریف کرتے ہوئے اپنی رائے کو کچھ اس طرح سپردِ قلم کرتی ہیں:

"صنفی امتیاز کا مطلب کسی شخص کی جنس یا صنف کی بنا د پر تعصب یا امتیاز برتنا ہے۔ اس میں ایک صنف کو فطری یا پیدائشی طور پر دوسری صنف سے بہتر سمجھا جائے۔ یہی صنفی امتیاز جنسی ہراسمنٹ کا موجب بھی بنتا ہے اور جنسی تشدد کا باعث بھی۔"(11)

مذکورہ بالا گفتگو کی روشنی میں یہ کہنا درست ہو گا کہ صنفی امتیاز جہاں تشدد اور جنسی ہراسمنٹ کا موجب بنتے ہوئے انسانوں میں آپسی منافرت پیدا کرتا ہے۔ وہاں معاشرتے اور کسی بھی ملک کو پستی اور تنزلی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہمیشہ کے لیے رہنے پر مجبور بھی کرتا ہے۔ صنفی امتیاز عہدِ حاضر میں کسی بھی ملک یا معاشرے کی ترقی میں

حائل ہونے والی سب سے بڑی رکاوٹ بھی ہے۔ ذیل میں صنفی امتیاز کے مختلف محرکات پر گفتگو ملاحظہ ہو۔

صنفی امتیاز: سماجی معنویت

کسی بھی موضوع پر سیر حاصل بحث کرنے سے قبل از حد ضروری ہے کہ اس موضوع کی سماجی معنویت اور سماجی محرکات کو احاطہ تحریر میں لایا جائے۔ صنفی امتیاز عصرِ حاضر کے لکھاریوں کے لیے نہ صرف معروف اور دلچسپ موضوع ہے بلکہ یہ تمام لکھاریوں کی ضرورت بھی ہے کیونکہ لکھاری کسی بھی سماج کا حساس ترین طبقہ خیال کیا جاتا ہے۔ معاشرے میں ہونے والی سماجی تبدیلیوں اور ان تغیّرات کی وجہ سے پیدا ہونے والا جنسی استحصال کسی بھی لکھاری کو قلم اٹھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ کسی بھی سماج کی بقاء کے لیے از حد ضروری ہے کہ کرۂ ارض پر موجود تمام انسانوں کے ساتھ مساوات سلوک روا رکھا جائے۔ ان کے مابین کسی بھی قسم کی تفریق اور امتیاز سے اجتناب کیا جائے۔ لیکن بنی نوع انسان نے صنفی امتیاز کو فروغ دے کر نہ صرف معاشرے کو تنزلی کی راہ پر گامزن کیا بلکہ تہذیبی لحاظ سے بھی سماج کو بے راہ روی کا شکار کیا۔ ازل سے انسان بنیادی طور پر دو اصناف میں منقسم دکھائی دیتا ہے جو کہ مرد اور عورت کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ بعد ازاں ایک تیسری صنف نے بھی جنم لیا جسے "مخنث" کہا جاتا ہے۔ ان مذکورہ تینوں اصناف نے مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ محض مصنوعی جنسی برتری کی خاطر جگہ جگہ ایک دوسرے کا استحصال کیا۔ ذیل میں مذکورہ اصناف کے نفی امتیاز کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو دیکھیے۔

انسانی اصناف میں سے عورت ہی وہ صنف ہے جس کے ساتھ دیگر اصناف کے مقابلے میں زیادہ ظلم و زیادتی اور صنفی امتیاز برتا گیا۔ عورت آغاز سے ہی اپنی ذات کا استحصال دیکھتے آئی ہے۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو عورت اور مرد کا باہمی ساتھ ہی معاشرے کی تکمیل کا ضامن ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کی بھی عدم موجودگی سماج کے ادھورے پن اور اسانی نسل کشی کا سبب بنتی ہے۔ ان دونوں کا ساتھ اور دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک ہی سماج کی بقا کی ضمانت ہے۔ لیکن بدقسمتی سے آغاز سے لے کر تاحال عورت کے ساتھ نہ صرف صنفی امتیاز برتا گیا بلکہ اس کے استحصال کو بھی ضروری خیال کیا گیا۔ عورت کے ساتھ برتے جانے والے صنفی امتیاز کی جہاں دوسری کئی وجوہات ہیں وہاں سب سے اہم اور مقدم وجہ عورت عورت کا آدم (مرد) کی پسلی سے جنم لینا بھی ہے۔ اگر تاریخ کا غائرانہ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو ہر عہد میں مرد ذات کو فاتح اور عورت کو مفتوح اور محکوم تصور کیا گیا۔ عورت کو ہمیشہ صنفی امتیاز کی صورت میں غیر انسانی غیر مساوی سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ عورت ذات کے ساتھ برتا جانے والا صنفی امتیاز کبھی مذہب، کبھی اخلاقی تقاضے اور کبھی کم عقلی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ عورت ذات کی اس حد تک نفی کی گئی کہ اس کی گواہی کو بھی پورا تسلی نہیں کیا گیا۔ یعنی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو ہمیشہ یہ احساس دلانے کی سعی کی گئی کہ اس کا وجود ادھورا اور نامکمل ہے اور ہمیشہ ایسے ہی رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مرد نے ہمیشہ عورت کی وہی تصویر پیش کی جس طرح وہ عورت کو دیکھنا چاہتا ہے۔ عورت کی وہ تصویر واضح طور پر صنفی امتیاز کا عکس ہی ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے آسیہ نازلی کی رائے ملاحظہ ہو:

> "عورت کا ماں، بیٹی، بیوی، طوائف، تنہا عورت، جوان عورت، پاکیزہ لڑکی، گنوار مگر خوبصورت عورت، چڑیل، ڈائن، جادوگرنی، علامت جنس، حوا، مریم کے طور پر ادب میں پیش کیا گیا، لیکن یہ عورت کا حقیقی تصور نہیں بلکہ مرد کا تصور عورت ہے۔ وہ عورت کو اس طور دیکھنا چاہتا یا عورت کا اسی طور ادراک کرتا ہے۔ گویا یہ وہ عورت ہے جو مرد کے مخصوص ذہنی، جذباتی، طبقاتی، جنسی میلانات کی تخلیق ہے اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مرد عورت کے اسی روپ کو "آفاقی" تصور کرتا ہے۔"(12)

اگر عمیقانہ نظر سے جائزہ لیا جائے مذکورہ بالا اقتباس میں مذکور عورت کے تمام ناموں میں جنسی، ثقافتی اور تاریخی تفریق اور امتیاز کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ مذکورہ بالا تصورات عورت ذات کو دبانے کے لیے کسی ایک انسان کے تصورات نہیں ہے بلکہ عورت کو محکوم رکھنے کے لیے تاریخ و ثقافت میں صدیوں سے رائج تصورات اور اقدار ہیں جو اس امر کے پس پشت کام کر رہے ہیں۔ جس میں مرد ذات کو ہمیشہ برتر اور اعلیٰ جب کہ عورت کو ہمیشہ کمتر، کمزور اور ادنیٰ خیال کیا جاتا ہے۔

عورت کو ہمیشہ سماج میں منافرت اور حقارت کا ہی سامنا کرنا پڑا۔ کبھی مذہبی اور کبھی سماجی تعصبات کی وجہ سے ہمیشہ عورت کو اس کے وجود کو کھوکھلا اور بے معنی خیال کیا گیا۔ مرد تخلیق کاروں نے اپنی تخلیقات میں اسی تعصب کا مظاہرہ کیا ہے جس میں عورت کی ذات مزید گھٹ کر رہ جائے۔ المختصر عورت کو کبھی اتنا موقع ہی نہیں دیا گیا کہ وہ جو سوچتی، سمجھتی اور محسوس کرتی ہے اسے سماج کے سامنے اپنی تخلیقات اور عمل کے ذریعے پیش کیا جائے۔ اگر عورت کو اتنی آزادی دی جاتی تو کبھی مرد اور عورت کے درمیان یہ خلاف پیدا نہ ہوتا۔ عورت کو زندگی کے ہر شعبے میں صنفی امتیاز اور تفریق کا سامنا کرنا پڑا۔ علاوہ ازیں کئی لسانی، تاریخی، تہذیبی، اخلاقی، مذہبی، سیاسی و سماجی عوامل

عورت کے شعورِ ذات کے حصول میں حائل رہے۔ عورت کے ساتھ پیش آنے والی صنفی تفریق کے متعلق ڈاکٹر عصمت جمیل اپنی رائے میں کچھ اس طرح صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتی ہیں:

"زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح ادب میں بھی ایک طویل عرصے تک مرد ادیبوں کو برتری حاصل رہی۔ عورت کے بارے میں وہی تصورات مقبول ہوتے رہے جو مرد اہلِ قلم اپنے افکار میں پیش کرتے رہے۔ اس لیے یہ تحریریں عورت کے حقیقی مسائل کو پیش نہیں کر سکیں۔ بلکہ عورت کی ظاہری صورت اور مرد کی اس سے وابستہ توقعات کو پیش کرتی رہیں۔"(13)

عورت کے تاریخی تصور کی بات کی جائے تو اس کا تصور اس کی مخالف جنس کے بالکل برعکس ہے۔ مرد آغاز سے ہی مکمل وجود کے ساتھ سامنے آیا ہے جب کہ عورت کو اپنی ذات اور تشخیص کو واضح کرنے کے لیے جہدِ مسلسل کرنا پڑی۔ اس جہدِ مسلسل نے کلی طور پر تو نہیں البتہ ضروری طور پر عورت کو نہ صرف عیاں کیا بلکہ بعض ممالک میں اسے مساوی حقوق بھی ملے۔ لیکن ابھی بھی سماج میں ایسے کئی محرکات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جن سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کی آزادی نہ صرف کم ہے بلکہ اسے مقید صورت میں سماج کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ تعلیم کا میدان ہو یا خانگی زندگی کا شعبہ ہر طرح سے عورت استحصال زدہ تصویر کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اگر زرعی معاشرے کی بات کی جائے تو ماضی قدیم میں عورت زرخیزی کی علامت خیال کی جاتی تھی کیونکہ وہ بھی زرعی زمین کی طرح انسانی آبادی میں اضافے کی وجہ خیال کی جاتی تھی۔ باوجود یہ کہ عورت کے وجود کو ہمیشہ مرد کے مقابلے میں کم تر اور حقیر ہی تصور کیا گیا۔ تمام مذاہب عورت کو خاص مقام و مرتبہ کا حامل قرار دیا ہے لیکن مرد نے اس سے مفر کرتے ہوئے ہمیشہ عورت کے حقوق کی حق تلفی کرتے ہوئے اسے سماج کے مصنوعی رسم و رواج میں مقید کر کے رکھ دیا ہے۔ عورت مختلف تہذیبوں، معاشروں اور روایات میں اپنے تشخص، بقا اور اپنے ساتھ برتے جانے والے صنفی امتیاز کے خلاف جہدِ مسلسل کرتی رہی ہے جو تا حال جاری ہے۔ صنفی امتیاز نے عورت کا تاریخی تصور اپنے ہم جنس سے مختلف صورت میں پیش کیا ہے۔ عورت آغاز سے تا حال ہمیشہ افراط و تفریط کا شکار رہی ہے۔ بعض اوقات اسے دیوی اور قدرت کی خوبصورت تخلیق سمجھ کر اس کی پوجا کی گئی جب کہ اکثر اوقات اسے ناقص العقل، برائی کو موجب، گناہ اور برائی کا استعارہ، کمتر اور حقیر سمجھ کر حقارت آمیز رویہ اور منافرانہ رویہ برتا گیا۔

ماضی قدیم کی بات کی جائے تو مصر میں عورت کو واضح اور خاص مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ مصری عورتیں آزاد ہونے کے ساتھ ساتھ حسین اور جاذبِ نظر بھی تھیں۔ علاوہ ازیں عورتیں ہی ملک کی باگ دوڑ سنبھالتی تھی ٔمصر کی عورتیں اپنی خواہشات کی تکمیل میں ذرا بھی ہچکچاتی نہیں تھیں۔ اس کے برعکس یونان کی عورتیں پستی اور تنزلی کا شکار تھیں۔ یونان میں اس حد تو ہم پرستی تھی کہ عورت کو ہی مرد کی تباہی و بربادی کی وجہ خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عورت کو مرد طبقے کی ضرورت بھی خیال کیا جاتا تھا۔ عقیلہ جاوید تحریر کرتی ہیں:

"ان کی نگاہ میں عورت ایک ادنیٰ درجے کی مخلوق تھی، معاشرے کے ہر پہلو میں اس کا مرتبہ گرا ہوا رکھا گیا تھا اور عزت کا مقام مرد کے لیے مخصوص تھا۔"(14)

ماضی قدیم میں عورت کی جنسی یا صنفی حیثیت ایک ادنیٰ مخلوق کی سی تھی۔ درج بالا گفتگو میں عورت کے مختلف روپ یا تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ جن میں عورت کبھی ماں، کبھی بیٹی، کبھی بہن اور کبھی بیوی کی صورت میں نظر آتی ہے۔ اگر عورت کو بطور بیوی متعارف کرواتے ہوئے اس کی حیثیت یا مقام و مرتبہ کی بات کی جائے تو بیوی کو خاوند ہمیشہ گھروں میں مقید کر کے ہی رکھتے تھے۔ انہیں گھر سے باہر ہرگز اجازت نہ تھی اور نہ ہی ان کی تعلیم و تربیت کو ضروری اور اہم خیال کیا جاتا تھا۔ عورت ہمیشہ خاوند کی ہی ملکیت تصویر کی جاتی تھی۔ اکثر خاوند کو عورت (بیوی) کو اپنی جائیداد کی طرح اپنی ملکیت اور اثاثہ خیال کرتے تھے۔ عورت اپنی ذات میں تہہ در تہہ پردوں میں پوشیدہ ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ صرف مرد کی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ ہی خیال کی جاتی تھی۔ یہ صرف ان پڑھ اور جاہل مرد طبقے کی ہی سوچ نہیں تھی بلکہ چند پڑھے لکھے اور فہم و شعور کے حامل کے حامل افراد بھی اسی جہالت میں زندگی گزارتے ہوئے عورت پر پابندی لگانے کے حامیوں میں سے تھے۔ معروف یونانی مورخ پوٹارک بھی اس نظریے کے حامیوں میں سے تھے کہ عورتکو ہمیشہ اونچی اونچی دیواروں کے حصار میں ہی روزِ ایام گزارنے چاہئیں۔ عورت کی آزادی اس حد تک تھی کہ وہ اپنے عزیز و اقارب سے ملنے کے لیے بھی تہہ در تہہ پردوں میں خود کو ملبوس کر کے گھر سے باہر نکلتی تھی۔ جو عورت ان پابندیوں کے خلاف اور اپنے حق کے لیے کلمۂ حق بلند کرتی اسے باغی اور سرکش خیال کرتے ہوئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی آواز کو دبا دیا جاتا اور دیگر عورتوں کے لیے اسے نشان عبرت بنا دیا جاتا۔

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

”رومیوں میں یہ رواج نہ تھا کہ وہ عورتوں کو طلاق دیتے پھریں بلکہ اگر انھیں ان سے کوئی شکایت ہوتی تھی تو وہ ان کو قتل کر دیا کرتے تھے۔“(15)

مرد اور عورت جنسی، صنفی اور حیاتیاتی سطح پر مکمل طور پر ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔ اس کا اختلاف کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ ایک صنف کو دوسری صنف پر برتری یا فوقیت حاصل ہے۔ جب کہ مردوں کی غالبیت پر مشتمل اس طبقے نے اس کا اختلاف کو بھی اپنے نقطۂ نظر سے نہ صرف سمجھا بلکہ اسے اپنے مطابق سمجھتے اور خیال کرتے ہوئے خود کو برتر اور اعلیٰ بلکہ عورت کم تر، ادنی اور حقیر خیال کیا۔ اگر تاریخ کو عمیق نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف تہذیبوں اور مذاہب میں عورت کو مختلف مقام و مرتبہ حاصل رہا ہے۔ بعض تہذیبوں میں عورت کی اہمیت اور مقام و مرتبہ کو سمجھتے ہوئے اسے دیوی کا مقام عطا کرتے ہوئے اس کی پوجا اور عبادت کی گئی۔ جب کہ اکثر تہذیبوں میں اس کے ساتھ حقارت اور منافرت پر مشتمل رویہ اختیار کیا گیا۔ یہودی تہذیب کا غائرانہ نظر سے تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس تہذیب و ثقافت میں عورت کے ساتھ صنفی و جنسی امتیاز برتنا اس تہذیب کا ضروری عنصر و جزو خیال کیا جاتا تھا۔ یہودی عورت کو شادی کے وقت اس ہدایت کے ساتھ رخصت کرتے کہ وہ مکمل طور پر اپنے شوہر کے طابق ہوتی۔ وہ اپنی خواہشات کو شوہر کی خواہشات پر قربان کرنے کو اپنا اولین فریضہ خیال کرے گی۔ علاوہ ازیں وہ زندگی کے تمام معاملات میں شوہر کو اپنا آقا تسلیم کرتے ہوئے کبھی اس کی حکم عدولی نہ کرے گی۔ اس تناظر میں ایک اقتباس دیکھیے جو درج بالا گفتگو کو جامع انداز میں بیان کرتا ہے:

> ”توریت میں شوہر سے کہا گیا کہ وہ اپنی بیوی سے ایسے خطاب کرے جیسے کہ آقا غلام سے اور بادشاہ رعایا سے کرتا ہے۔ شوہر کو یہ اختیار تھا کہ وہ جب چاہے بیوی کو طلاق دے دے مگر عورت کو مرد سے علیحدگی کا کوئی حق نہیں تھا۔ اگر عورت سے بے وفائی ہو جائے تو اسے سنگین جرم سمجھا جاتا تھا۔ اگر زنا ثابت ہو جاتا تو سنگسار کر دیا جاتا تھا۔ اگر بچہ پیدا نہیں ہوتا تھا تو اس کی ساری ذمہ داری عورت پر آتی تھی۔ باپ کو یہ حق تھا کہ وہ اپنی بیٹی فروخت کر دے۔ یہودی مرد کی یہ دعا ہوتی تھی کہ خدا تیرا شکر ہے تو نے مجھے عورت نہیں بنایا۔“(16)

مذکورہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرد طبقہ عورت کے ساتھ صنفی امتیاز برتتے ہوئے عورت کو جانوروں سے بھی بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کرتا تھا۔ عورت کو زندہ دفن کرنا یا اس پر بے جا ظلم کرنا مرد کی فطرت میں شامل ہو چکا تھا۔ عورت کو اس حد تک دبایا گیا کہ وہ چاہتے ہوئے بھی اپنے حق کے لیے آواز بلند نہ کر سکی۔ عورت چاہتے نہ چاہتے ہوئے اس مرد غالب سماج سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتی اسے اس حد تک رسوا کیا جاتا کہ دیگر عورتوں کے لیے وہ عبرت کا نشان ثابت ہوتی۔

دنیا کی تمام تہذیبوں میں ہی عورت کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتے ہوئے صنفی امتیاز برتا گیا لیکن یہودی تہذیب میں صنفی امتیاز بام عروج کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہودیت میں اس حد تک صنفی امتیاز دیکھنے کو ملتا ہے کہ عورت ذات کو گناہ کا استعارہ خیال کیا جاتا تھا۔ عورت کو گناہ پر مائل کرنے والی مخلوق تصور کیا جاتا تھا۔ یہودیت میں ایک ایسا فرقہ بھی دیکھنے کو ملتا تھا جو عورت سے دوری اختیار کرتے ہوئے مکمل طور پر عورت کے وجود کے انکاری تھے۔ اس فرقے کے نزدیک عورت فساد کا موجب تھی۔ یہودی مذہب میں مخصوص ایام میں عورتوں سے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کی جاتی تھی اور ان ایام میں عورتوں کا ناپاک خیال کرتے ہوئے انہیں چھونا یا ان کی چھوئی ہوئی چیز کو استعمال میں لانے کی ممانعت تھی۔ الغرض یہودیوں کے نزدیک عورت صرف افزائشِ نسل کے لیے ایک زرخیز زمین خیال کی جاتی تھی۔ اس تناظر میں ڈاکٹر عصمت جمیل اپنی رائے کچھ اس طرح صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتی ہیں:

> ”یہودی گھرانے میں باپ کی حکمرانی ہوتی تھی۔ فرزندانِ اسرائیل کا ہر گھرانہ متعدد بیویوں، لونڈیوں، ان کے بچوں جو پیدائشی طور پر غلام اور کنیز ہوتے تھے پر مشتمل ہوتا تھا۔ گھرانے کا سربراہ جسے باپ یا بوشے کہا جاتا تھا، خاندان پر مکمل قانونی اور عدالتی اختیار رکھتا تھا۔ وہ چاہتا تو بچوں کو زندگی کا حق دے دیتا ورنہ ان کی قربانی بھی دے سکتا تھا۔ اگر بیٹے کی موت کے بعد بہو زنا کی مرتکب ہو جاتی تو وہ اسے زندہ جلا سکتا تھا۔ اسے اپنی بیٹیوں کو نوبیاہنے یا فروخت کرنے کی مکمل آزادی تھی۔ باپ کے بعد یہ اختیار بھائیوں کو منتقل ہو جاتا تھا۔ یہودی گھرانے میں پیسے، جائیداد اور غلاموں کی طرح عورت بھی ورثے میں ملنے والی اشیاء کا حصہ ہوتی تھی۔ بیٹی کو جائیداد میں سے ایک دھیلا نہ ملتا تھا۔ سوائے اس کے کہ کوئی مرد وارث نہ ہو لیکن شادی کے بعد وہ اپنی جائیداد پر تصرف نہ رکھ سکتی تھی جو کچھ ملتا شوہر کو منتقل ہو جاتا۔“(17)

سماج میں مرد طبقہ نہ صرف غالب دکھائی دیتا ہے بلکہ آدم سے لے کر تا حال عورت کے ساتھ صنفی امتیاز بھی برتا ہے۔ مرد طبقہ ہمیشہ عورت کو گناہ سرزد ہونے کی وجہ خیال کرتا ہے۔ اگر عیسائیت کی بات کی جائے تو آدمؑ کو بہکانے اور جنت سے بے دخل کرنے کی وجہ بھی عورت ذات کو ہی خیال کیا گیا۔ اس سے بڑھ کر عورت کے ساتھ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

مزید کی صنفی امتیاز برتا جائے گا کہ سند مذکور مذہب میں مرد کو چار بیویاں رکھنے کا بھی حق حاصل تھا جس عورت کا استحصال یقینی اور آسانی کے ساتھ ممکن تھا۔ پہلی بیوی سے جنم لینے اولاد کو توراثت میں تمام حقوق میسر تھے جب کہ دیگر بیویوں سے پیدا ہونے والی اولاد ان حقوق کے حصول کی اہل خیال نہیں کی جاتی تھی۔ اعلیٰ ذات، اونچے طبقات اور خاص مرتبے پر فائز مرد ان شرائط پر ادنیٰ طبقے کی عورتوں سے شادی کرتے کہ وہ وراثتی حق سے محروم رہیں گی۔ اس ذیل میں ذیل میں دیا گیا اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"یہودیت سے ناپاکی کا تصور کلیسا نے لیا اور عورت کو ناپاک قرار دیا۔ عہد نامہ قدیم میں لکھا ہے کہ مخصوص دنوں میں عورت جس جگہ پر بیٹھے وہ جگہ ہی ناپاک ہوتی ہے۔"(18)

صنفی امتیاز مذکورہ بالا تہذیبوں میں عورت کے ذات کے لیے کسی خطرہ سے کم نہ تھی۔ عورت کو ہر جگہ اور ہر طرح سے ذلیل ورسوا کرنا ان تہذیبوں میں لازم و ملزوم تھا۔ عورت کے ساتھ سماج میں کسی کم ذات کے جیسا سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ حیض کے ایام میں عورت کو ناپاک خیال کیا جاتا تھا۔ عورت کے ساتھ اس حد تک صنفی امتیاز برتا گیا کہ وہ اپنی ذات، اپنی جسمانی ساخت اور اپنے وجود پر خود کو کوستی رہتی تھی۔ مرد سماج میں مروج تمام گناہوں اور برائیوں کی وجہ عورت کو ہی خیال کرتے تھے جو کسی نہ کسی طرح عصرِ حاضر میں بھی خیال کیا جاتا ہے۔

اگر ہندی تہذیب میں عورت کے ساتھ برتے جانے والے صنفی امتیاز کی بات کی جائے تو مذکورہ تہذیب میں مادرانہ نظام رائج تھا۔ چونکہ مذکورہ تہذیب میں زمانۂ قدیم میں مادرانہ نظام رئج تھا تو عورت کو محترم، افضل اور مقدم خیال کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں عورت کو دیوی یا دیوی کو عکس خیال کرتے ہوئے اس کی پوجا کی جاتی تھی۔ اس تہذیب مین آغاز میں تو عورت صنفی امتیاز کا شکار نہ ہوئی لیکن بعد ازاں مادوانہ نظام کی جگہ پدر سری نظام نے لے لی۔ اس پدر سری سماج میں دیویاں اور عورتیں جو پوجا کے قابل خیال کی جاتی تھیں ان کی دیوتاؤں اور مردوں نے لے لی۔ عورت کا اس قدر استحصال کیا گیا کہ بعض مرد اولاد کے حصول کی خاطر عورت کو نہ صرف غیر مرد کے ساتھ سونے پر مجبور کرتے بلکہ جو عورتیں اس عمل سے مفر کرتیں انہیں دیگر عورتوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا جاتا۔ کچھ علاقوں میں تو ایسے اقدام فحش قرار دیتے ہوئے انہیں بے حیائی کے مترادف خیال کیا جاتا لیکن زیادہ تر علاقوں میں ایسا ہی رواج رائج تھا۔

زمانۂ قدیم میں ہندی تہذیب میں یہ چلن عام تھا کہ وفات پا جانے والے مردوں کے لیے ساتھ ہی ان کی بیویوں کو بھی جلا دیا جاتا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس تہذیب میں سماج کس قدر عورت سے منفی امتیاز برتتا تھا۔ علاوہ ازیں کھشتری یا امیر طبقے کی عورت کو یہ اختیار تھا کہ وہ خانگی زندگی کے اپنی مرضی کے مرد کا انتخاب کر سکے۔ اس زمانے میں عورت ایک سے زیادہ خاوند رکھنے پر مقتدر تھی۔ یہ دور مہابھارت کا دور تھا۔ لیکن رامائن کے زمانے تک عورت اس قدر استحصال اور صنفی امتیاز کی چکی میں پسی کہ وہ صرف مرد کے تابع ہو کر رہ گئی۔ جو عورت اس تابع فرمانی سے مفر کرتی اسے ناپاک اور نافرمان خیال کرتے ہوئے جزا و سزا کے عمل سے گزرنا پڑتا۔ اس کی ایک واضح مثال لنکا کے راجہ راون کی ہے جس کے سامنے سیتا کو اپنی پاکیزگی اور بے گناہی ثابت کرنے کے لیے آگ کے الاؤ سے گزرنا پڑا۔ عورت اس قدر صنفی امتیاز کا شکار تھی کہا اس سے نجات کا راستہ صرف موت ہی دکھائی دیتا تھا۔

عورت کے ساتھ برتے جانے والے صنفی امتیاز میں ہندی تہذیب سب سے نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ اس تہذیب میں "ستی" کی رسم عام مروج تھی۔ عورت کا جینا، مرنا حتیٰ کہ خوشی غمی اور زندگی گزارنے کے دیگر تمام عوامل مرد کے ہی تابع تھے۔ عورت مرد کی مرضی کے بغیر خوش رہنا تو درکنار اسے زندہ رہنے کا حق بھی حاصل نہ تھا۔ بلکہ وہ عورت جسے شوہر کی لاش کے ساتھ ہی جلا دیا جاتا تھا سماج اسے پاکباز عورت خیال کرتے ہوئے اس کی مثال دیتا تھا۔ اگر "ستی" کی بات کی جائے تو مذکورہ گفتگو میں اس پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے لیکن اس کے معنی "پاک" کے ہیں۔ ذیل میں اس کی مختلف اقسام کو بیان کیا گیا ہے جو کہ کچھ اس طرح ہے:

"پہلی وہ کہ جو شوہر کی موت کے غم میں بے ہوش ہو جاتی ہے اور اس کے رشتے دار اسے آگ میں جلا دیتے ہیں۔ دوسری وہ عورتیں جو شوہر سے بے انتہا محبت کرتی ہیں اور خوشی خوشی جلنے پر تیار ہو جاتی ہیں۔ تیسری قسم ہے جس میں رسم و رواج کے دباؤ میں جل جاتی ہیں اور کوئی مزاحمت نہیں کرتی ہیں۔ چوتھی صورت میں خاوند کے خاندان والے زبردستی جلا دیتے ہیں۔"(19)

ہندی تہذیب میں صنفی امتیاز میں جس صنف کی خواہشات، حقوق اور عزتِ نفس زیادہ مجروح ہوئی ہو عورت کی ذات ہے۔ عقیلہ جاوید اس ذیل میں اپنی رائے کچھ اس طرح صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتی ہیں:

HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

”رگ وید میں عورت کی تعظیم کی گئی ہے۔ جب کہ منوشاستر میں تذلیل کی گئی ہے۔ عورتوں کے لیے سخت رویے کی جنسی تاکید ہندو کتب میں ہے۔ اتنی دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔ اس تہذیب میں عورتوں کی عمر، احساسات اور نفسیات کے حقوق کو مردوں کی مرضی اور خواہشات پر قربان کر دیا جاتا تھا۔“[20]

قبل از اسلام ہندوستان میں لڑکی کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دینا یا جان سے مار دینا عام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس تہذیب و معاشرت میں بسن ے والے لوگ عورت کی پیدائش ذلالت و رسوائی کی وجہ خیال کرتے تھے۔ مسلمان حکمرانوں نے جب اقتدار کا تخت سنبھالا تو انہوں نے عورت کے مقام و مرتبہ کو واضح کرنے کی سعی کی۔ باوجود یہ کہ وہ ستی کی رسم کو نہ تو سرے سے ختم کر سکے اور نہ ہی مجموعی یا کلی طور پر اس پر قابو پا سکے۔ عورت کو رسوائی سے بچانے اور سماج میں اسے سماج میں خاص مقام عطا کرنے کے لیے ”اصلاح مذہب“ کی تحریک کا آغاز کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں ”ستی“ پر پابندی عائد کی گئی۔ اصلاح مذہب کی تحریک نے عورت کو قدیم رسم و رواج کی قید سے آزاد کر دیا لیکن تاحال وہ مردوں کے مساوی حقوق حاصل کرنے سے قاصر رہیں۔ قبل از اسلام عرب میں بھی عورتوں کو پیدا ہوتے ہی دفن کرنے کا رواج عام تھا۔

اسلام سے قبل عورتوں کے ساتھ جو منافی اور غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ بعد از اسلام اس میں کافی حد تک کمی تو آئی لیکن مکمل طور پر عورت کے مقام و مرتبہ کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ جگہ جگہ صنفی امتیاز اور دیگر مصنوعی وجوہات کی بنا پر ان کا استحصال کیا گیا۔ قبل از اسلام اسلام دنیا کے تمام مذاہب اور تمام تہذیبوں میں ہی عورت مجمد اور مقید صورت میں روز و شب گزارنے پر مجبور تھی۔ علاوہ ازیں اسے فتنہ و فساد اور گناہ و برائی پھیلانے کی وجہ خیال کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت میں عورت کو کینہ پرور اور سماج میں تیزی سے پھیلنے والی برائیوں اور بدکاریوں کو موجب سمجھا جاتا تھا۔ عورت کو اس قدر حقیر اور قابلِ نفرت سمجھا جاتا تھا کہ چرچ کے پادریوں کو عورت سے مکمل طور پر اجتناب کرنا از حد ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ پادریوں کو عورتوں سے اس لیے دور رکھا جاتا کہ کہیں وہ انہیں گناہ اور برائی کی طرف مائل نہ کریں۔ عورت کو فطری طور پر زہریلے سانپ کے ساتھ تشبیہ دی جاتی تھی۔ المختصر عورت کے ساتھ صنفی امتیاز برتتے ہوئے اسے قابلِ نفرت خیال کرنا سماج کے لیے لازم و ملزوم تھا۔ اس ذیل میں ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

”وہ زہریلے سانپ اور سینگوں والے شیطان کی مانند ہے۔۔۔ عورت کے جذبات اسے ہمیشہ برائی کی جانب لے جاتے ہیں جب کہ عقل مرد کو اچھائی کی طرف۔“[21]

ڈاکٹر مبارک علی کی ہی مذکورہ کتاب میں عورتوں کی تذلیل اور رسوائی کے متعلق نہ صرف واضح طور پر لکھا گیا بلکہ انہیں تمام برائیوں اور عیوب کی وجہ بھی سمجھا گیا۔ ڈاکٹر مبارک علی نے اپنی مذکورہ تصنیف میں عورت کے ساتھ برتے جانے والے صنفی امتیاز کو ان الفاظ میں صفحۂ قرطاس پر تحریر کیا ہے:

”جب ہم تاریخ کو دیکھتے ہیں تو اس حقیقت کو پاتے ہیں کہ تقریباً دنیا کی تمام سلطنتیں عورتوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئی ہیں اور ان میں سب سے پہلی خوش حال سلطنت ٹروئے کی تھی۔“[22]

دنیا کی اکثر تہذیبوں میں تاحال عوت کو تحال گناہ پھیلانے اور سماج کے لیے برائی کا راستہ ہموار کرنے کی وجہ خیال کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ماضی میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ عورت شیطان کے بہکاوے میں آ کر مرد کو نہ صرف گمراہ کرتی ہے بلکہ اسے برائی کرنے پر مجبور بھی کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماج میں مروج تمام برائیوں اور گناہوں کی وجہ عورت کو خیال کرنا کوئی انہونی اور نئی بات نہ تھی۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو عورت کو واضح حقوق عطا ہوئے اوا سے مرد کے برابر خیال کیا جانے لگا۔ اسلام نے خاوند کو حاکم اور بیوی کو محکوم یا لونڈی کے بجائے ایک دوسرے کا لباس قرار دیا۔ وراثت میں عورت کو واضح حصہ دیا جانے لگا۔ سزو جزا کا تصور بھی عورت اور مرد کے لیے یکساں رکھا گیا۔ المختصر اسلام نے عورت کو نہ صرف اس کے بنیادی حقوق عطا کیے بلکہ اسے عزو تکریم سے بھی نوازا۔ باوجود یہ کہ لوگ سماج او چند دیگر مصنوعی وجوہات کی بنا پر عورت کے ساتھ صنفی امتیاز برتنے سے باز نہیں آئے البتہ اس میں کسی حد تک کمی ضرور دیکھنے کو ملی ہے۔ دنیا میں موجود مختلف مذاہب و تہذیب میں عورت کو دیکھنے کا زویہ مختلف ہے لیکن ان میں عورتوں کی ذات کی نفی میں اشتراک ضرورت ہے جس سے عورت صنفی امتیاز کے نشتروں سے اپنا دامن سمیٹتے ہوئے ایام زندگی گزار رہی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

حوالہ جات

1۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، لاہور: فیروز سنز، س ن، ص866
2۔ ایضاً، ص121
3۔ شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ، اسلام آباد: ادارہ فروغِ قومی زبان، 2017ء، ص502
4۔ ایضاً، ص63
5۔ احمد دہلوی، سید، مولوی، فرہنگِ آصفیہ (جلد سوم و چہارم)، لاہور: اردو سائنس بورڈ، 2010ء، ص227
6۔ احمد دہلوی، سید، مولوی، فرہنگِ آصفیہ، (جلد اول)، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1962ء، ص231
7۔ نورالحسن نیر، سید، مولوی، نوراللغات، (جلد سوم)، کراچی: جنرل پبلشنگ ہاؤس، 1959ء، ص438
8۔ نورالحسن نیر، سید، مولوی، نوراللغات (جلد اول)، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1989ء، ص405
9۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، لاہور: علمی کتب خانہ، س ن، ص981
10۔ ایضاً، ص122
11۔ شاہانہ جاوید، تشدد اور صنفی امتیاز (کالم)، روزنامہ ایکسپریس، 14 اپریل، 2021ء، ص7
12۔ آسیہ نازلی، زاہدہ حنا۔۔۔ منفرد تخلیق کی تنقیدی کہانی، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، 2001ء، ص78
13۔ عصمت جمیل، ڈاکٹر، اردو افسانہ اور عورت، ملتان: بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، 2001ء، ص115
14۔ عقیلہ جاوید، اردو ناول میں تانیثیت، ملتان: بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، 2005ء، ص29
15۔ ایضاً، ص31
16۔ ایضاً، ص31
17۔ عصمت جمیل، ڈاکٹر، اردو فسانہ اور عورت، ص40
18۔ ایضاً، س46
19۔ مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور عورت، لاہور: بک سٹریٹ، 2012ء، ص40
20۔ عقیلہ جاوید، اردو ناول میں تانیثیت، ص35
21۔ مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور عورت، ص47
22۔ ایضاً، ص47